"معبود" سے "اجتماع" (society)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَاَحۡسَنُ تَأوِیلاً (النساء: 59)

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول (ﷺ) کی اور تم میں سے اولی الامر کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ اور رسول کی طرف اگر ہو تم اللہ اور رسول پر ایمان رکھتے۔ یہ بہت بہتر ہے اور مآل کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ‘‘۔

کیونکہ انسانوں کے مابین ’’نزاع‘‘ رہے گا تو وہ ’’اجتماع‘‘ مفقود رہے گا جو شرائع کا مقصود ہے۔

\*\*\*\*\*

انسانی فلسفوں کو آپ ہزار سال پڑھتے رہیں اور پھر آپ کو ان سب پر ایک لفظ میں اپنا تبصرہ کرنا پڑے تو آپ کہیں گے ’’اختلاف‘‘۔ انسانی فکر و فلسفہ پر اس سے بڑھ کر کوئی لفظ نہ جچے گا۔ پس جاہلیت کی سب سے بڑی توصیف description اگر کوئی ہے تو وہ ہے ’’نزاع‘‘ اور ’’اختلاف‘‘۔

یوں ’’جاہلیت‘‘ اور ’’اختلاف‘‘ لازم و ملزوم ہیں؛ بلکہ مترادف۔ اس کے مقابلے پر ’’اھتداء‘‘ (ہدایت پانا) اور ’’اتباع‘‘ جوکہ انبیاء کا دامن تھامنے سے تشکیل پاتا ہے، اور جس کو قرآن میں ’’خدا کی رسی تھامنے‘‘ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے، لازماً ’’جماعت‘‘ (خدا کے مطلوبہ اکٹھ) کو وجود دیتا ہے؛ وہ ’’جماعت‘‘ جس پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے (**يَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ**) اور جو خدا کی رحمت کی حقدار ٹھہرتی ہے (وَلَا يَزَالُوْنَ مْخْتَلِفِيْنَ إلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ[[1]](#footnote-1).. **الۡجَمَاعَةُ رَحۡمَةٌ وَالۡفُرۡقَةُ عَذَابٌ**[[2]](#footnote-2))۔

یہاں سے "اتباع" اور "جماعت" لازم و ملزوم ہوجاتے ہیں۔ اسلام بغیر جماعت متصور ہی نہیں۔ (وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ[[3]](#endnote-1) .. ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا[[4]](#endnote-2).. وَقالَ إنَّنِیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ[[5]](#endnote-3).. وَاعۡتَصِمُوا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعاً وَلا تَفَرَّقُوا[[6]](#endnote-4).. وَالمُؤمنُونَ والمُؤمِنَاتُ بَعۡضُہُم أولِیَاءُ بَعۡضٍ[[7]](#endnote-5).. وَمَن یَّتَوَلَّ اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ وَالَّذِیۡنَ آمَنُوا فَإنَّ حِزۡبَ اللّٰہَ ھُمۡ الۡغَالِبُونَ[[8]](#endnote-6).. **عَليْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ**[[9]](#endnote-7)**.. يَدُ اللهِ مَعَ الجَماعَةِ**[[10]](#endnote-8)**.. الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا**[[11]](#endnote-9))۔[[12]](#endnote-10)

پس ’’جماعت‘‘ society جو ’’ہدایت‘‘ سے تشکیل پائے شریعتوں اور نبوتوں کا اصل محور ہے۔ غور فرمائیں تو قرآن کا خطاب خالی ’’فرد‘‘ سے نہیں ہے۔[[13]](#endnote-11) **قرآن کا خطاب اول تا آخر ایک ’’جماعت‘‘ کی تشکیل کرتا اور ’’جماعت‘‘ سے ہم کلام ہوتا ہے** (’’يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا‘‘)۔ یہاں وہ ’’فرد‘‘ تو کہیں ملتا ہی نہیں جو ایک آسمانی اجتماعیت کے علاوہ کسی بھی اجتماعیت میں گم ہوسکتا ہو۔ یہاں تو وہ ’’فرد‘‘ ہے جو ایک آسمانی ’’جماعت‘‘ کی تشکیل کرتا اور قدم قدم پر زمینی ’جماعتوں‘ سے الجھتا ہے۔

}’زمینی جماعتوں‘ کےلیے صحیح لفظ، قرآنی اصطلاح میں، ’فرقے‘ یعنی ’ٹولے‘ ہے چاہے وہ کتنے ہی بڑے اور ’لاکھوں مربع میل‘ پر مشتمل کیوں نہ ہوں: وَ لَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ مِنَ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَہُمۡ وَکَانُوۡا شِیَعاً کُلُّ حِزۡبٍ بِمَا لَدَیۡہِمۡ فَرِحُوۡنَ[[14]](#footnote-3).. جبکہ آسمانی ہدایت پر قائم عمل کو ’’جماعت‘‘ کا نام دیا گیا{۔ کیونکہ آسمان سے اعراض ہی کا ایک نام ’’تفرقہ‘‘ ہے۔

چنانچہ ’’جماعت‘‘ قرآن کے مرکزی ترین مضامین میں سے ایک ہے؛ البتہ اس کی بنیاد ’’توحید‘‘ اور ’’رسالت‘‘ کی مرکزیت ہے:

’’فَرُدُّوہُ إِلَى اللّٰہِ والَّرسُول‘‘ پس بیک وقت ’’ہدایت‘‘ بھی ہوئی اور ’’جماعت‘‘ بھی۔[[15]](#endnote-12)

انسانی ’’تہذیب‘‘ civilization اور ’’اجتماع‘‘ society کا اسلامی تصور اصل میں یہ ہے۔ ’’جماعت‘‘ کے حق ہونے کےلیے ضروری ہے \_\_ بطور ’’سوسائٹی‘‘ و بطور ’’سٹیٹ‘‘ \_\_ کہ یہ ’’خدا اور رسول‘‘ کی مرکزیت پر قائم ہو۔

یہاں سے؛ ’’ہیومن ازم‘‘ تاریخ انسانی کی سب سے بڑی جاہلیت کے طور پر سامنے آتا ہے جو ’’انسان‘‘ کی مرکزیت قائم کرواتا ہے۔ اسکا منشور manifesto ہی "فَرُدُّوہُ إِلَى اللّٰہِ والَّرسُول" کے مقابلے پر "فَرُدُّوہُ إِلَى الۡإنۡسَان"[[16]](#endnote-13) ہے۔ آج کی ڈیموکریسی، سیکولرزم اور سرمایہ داری وغیرہ دراصل اِس شرک پر قائم ہیں۔

*’زمینی جماعتوں‘ کےلیے صحیح لفظ، قرآنی اصطلاح میں، ’فرقے‘ یعنی ’ٹولے‘ ہے چاہے وہ کتنے ہی بڑے اور ’لاکھوں مربع میل‘ پر مشتمل کیوں نہ ہوں: وَ لَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ مِنَ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَہُمۡ وَکَانُوۡا شِیَعاً کُلُّ حِزۡبٍ بِمَا لَدَیۡہِمۡ فَرِحُوۡنَ...*

*جبکہ آسمانی ہدایت پر قائم عمل کو ’’جماعت‘‘ کا نام دیا گیا: یَدُ اللّٰہِ عَلَی الۡجَمَاعَۃِ*

’’معبود‘‘ کا ایک باقاعدہ مفہوم یہ ہے کہ جملہ نزاعات و معاملات کو اس کی جانب لوٹایا جائے؛ اور اِس (معاملات کو معبود کی جانب لوٹانے) کو ہی اپنے حق میں فساد کا خاتمہ، نزاع کا ازالہ، صلاح کا حصول اور اطمینان کا باعث مانا جائے۔ آپ حیران رہ جاتے ہیں؛ ’’ہیومن اسٹ‘‘ فکر آپ کو ہو بہو یہ بات اس طرح بتاتا ہے کہ زندگی کے معاملات کے ایک بڑے حصے کو ’’انسان‘‘ کی جانب لوٹانے میں ہی ’’انسانی اختلافات‘‘ کا خاتمہ ہے اور یہی واجب اور درست طریق کار؛ اور باعثِ تشفی؛ اور یہ کہ معاملاتِ زندگی کو انسان دیوتا کی بجائے کسی اَن دیکھی ہستی کی جانب لوٹانا ’’اختلاف‘‘ اور ’’نزاع‘‘ کا ایک لامتناہی سلسلہ کھڑا کردینے کے مترادف ہے!

یعنی عین وہ چیز جس کو اسلام ’’اختلاف‘‘ اور ’’نزاع‘‘ division and dispute کہتا ہے اُس کو یہ دینِ ہیومن ازم ’’جماعت‘‘ unity اور ’’فصلِ نزاع‘‘ settlement of dispute کہتا ہے، مراد ہے اس کا مذہبِ ’’رُدُّوہُ إِلَى الۡإنۡسَان‘‘۔ اور عین وہ چیز جس کو اسلام ’’فصلِ نزاع‘‘ کہتا ہے یعنی ’’َرُدُّوہُ إِلَى اللّٰہِ والَّرسُول‘‘، اُس کو یہ دینِ ہیومن ازم ’’نزاع‘‘ بلکہ ’’نزاع کی جڑ‘‘ اور ’’فساد کا منبع‘‘ قرار دیتا ہے۔

***’’اختلاف/ نزاع‘‘ سے نکلنا.. یعنی ’’اجتماع/ جماعت‘‘:***

* وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِالشورىٰ: 10)
* وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ (البقرۃ:213)
* فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ(النساء: 59)

’’فَرُدُّوہُ إِلَى اللّٰہِ والَّرسُول‘‘ ***پس بیک وقت ’’ہدایت‘‘ بھی ہوئی اور ’’جماعت‘‘ بھی۔***

چنانچہ ’’فَرُدُّوهُ إلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ‘‘... اِن چار لفظوں پر مبنی بنیادی اسلامی دستور کو بیان کردینے کے بعد:

* ایک بات یہ فرمائی کہ: ’’إنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ‘‘ یعنی ایمان۔
* اور دوسری بات یہ فرمائی کہ: ’’ذٰلِكَ خَیۡرٌ‘‘۔ یعنی خود تمہارے حق میں بھی یہی بہتر ہے۔ تمہاری تقویم اور سرشت کے لائق بھی صرف یہی شیوہ ہے۔ تمہاری اپنی فلاح اور سعادت بھی یہی ہے۔ دفعِ فساد، رفعِ نزاع اور حصولِ صلاح بھی عین اسی میں ہے۔

(یہ پورا مضمون مع ترمیم و اضافہ ہماری زیرتالیف کتاب ’’ابن تیمیہ کی خلافت و ملوکیت پر تعلیقات‘‘ کی فصل ’’جماعت کا اسلامی تصور اور ہیومن اسٹ جاہلیت‘‘ سے اقتباس ہے، جوکہ ایقاظ جنوری 2014 میں شائع ہوچکا ہے)

1. (ہود: 118، 119) ’’اور یہ اختلاف کرتے رہیں گے، سوائے جن پر تیرے رب کی رحمت ہوئی‘‘۔ [↑](#footnote-ref-1)
2. ’’جماعت رحمت ہے اور تفرقہ عذاب‘‘۔ حسَّنَه الألبانی فی السلسة الصحيحة رقم 667 [↑](#footnote-ref-2)
3. (البقرۃ: 43) ’’اور جھکو جھکنے والوں کے ساتھ‘‘۔ [↑](#endnote-ref-1)
4. (البلد: 17) ’’پھر ہوا وہ ان لوگوں میں سے جو ایمان لائے‘‘ [↑](#endnote-ref-2)
5. (حم السجدۃ: 33) ’’اور کہا: میں ہوا فرماں برداروں میں کا ایک‘‘۔ [↑](#endnote-ref-3)
6. (آل عمران: 103) ’’اور چمٹ جاؤ اللہ کی رسی سے، مل کر، اور نہ ٹولے بنو‘‘۔ [↑](#endnote-ref-4)
7. (التوبۃ: 71) ’’اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کا جتھہ ہیں‘‘۔ [↑](#endnote-ref-5)
8. (المائدۃ: 56) ’’اور جو جتھہ بنے گا اللہ کا، رسول کا، اور ایمان والوں کا، تو یاد رکھو اللہ کی جماعت ہی غالب ہو کر رہنے والی ہے‘‘۔ [↑](#endnote-ref-6)
9. ’’جماعت بن کر رہو‘‘۔

   (الترمذی رقم 2165، النسائی رقم 9181، مسند أحمد 23145، السنۃ لابن أبی عاصم 897، صححہ الألبانی: إرواء الغلیل ج 6 ص 215 رقم 1813) [↑](#endnote-ref-7)
10. ’’جماعت کے ساتھ اللہ کا ہاتھ ہے‘‘۔

    (الترمذی رقم 2167، والطبرانی فی المعجم الکبیر رقم 13623، وابن أبی عاصم فی ’’السنۃ‘‘ رقم 80، وصححہ الألبانی فی صحیح الجامع الصغیر بلفظ ’’ید اللہ على الجماعۃ‘‘، رقم 1848)۔ [↑](#endnote-ref-8)
11. ’’مومن مومن کےلیے مانند عمارت ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے‘‘۔ (متفق علیہ) [↑](#endnote-ref-9)
12. ’’جماعۃ المسلمین‘‘ کی فرضیت پر کچھ احادیث اوپر گزر چکیں۔ (زیادہ وضاحت کےلیے ہماری کتاب کی فصل ’’الجماعۃ، ایک شرعی فریضہ‘‘ سے رجوع کیا جا سکتا ہے، جوکہ ایقاظ جنوری 2015 میں شائع ہوچکی ہے) صحابہؓ کے حوالے سے یہاں چند آثار دیے جاتے ہیں:

    عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: "إِنَّ الْإِسْلَامَ ثَلَاثُ أَثَافِيَ: الْإِيمَانُ وَالصَّلَاةُ **وَالْجَمَاعَةُ**، فَلَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ إِلَّا بِإِيمَانٍ، وَمَنْ آمَنَ صَلَّى، وَمَنْ صَلَّى جَامَعَ، وَمَنْ فَارَقَ **الْجَمَاعَةَ** قَيْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ" (مصنف ابن أبی شیبۃ، رقم 30427)

    علی﷛ سے روایت ہے، فرمایا: ’’اسلام تین بنیادوں پر ہے: ایمان۔ نماز۔ اور جماعت۔ نماز قبول نہیں ہوتی اگر ایمان نہ ہو۔ جو ایمان لائے گا اُس کو نماز پڑھنا ہوگی۔ اور جو نماز پڑھے گا اُس کو جماعت بننا ہوگا۔ اور جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھر دور ہوا اُس نے اسلام کا قلادہ اپنی گردن سے اتار پھینکا۔

    **عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، قَالَ: "كَانَ يُقَالُ: "خَمْسٌ كَانَ عَلَيْهَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعُونَ بِإِحْسَانٍ:** لُزُومُ الْجَمَاعَةِ**، وَاتِّبَاعُ السُّنَّةِ، وَعِمَارَةُ الْمَسَاجِدِ، وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ، وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ" (أصول اعتقاد أهل السنة، رقم 48)**

    اوزاعیؒ راوی ہیں، کہا: یہ مقولہ رائج رہا ہے کہ: پانچ چیزیں ایسی ہیں جو محمدﷺ کے صحابہؓ اور تابعین باحسان کا دستور رہیں: الجماعۃ کو لازم پکڑنا، سنت کی اتباع، مسجدوں کو آباد رکھنا، تلاوت قرآن کرتے رہنا، اور اللہ کے راستے میں جہاد۔ [↑](#endnote-ref-10)
13. تفسیر المنار کے مؤلف علامہ رشید رضا﷫ اپنی کتاب ’’الخلافۃ‘‘ میں لکھتے ہیں:

    وَالْقُرْآن يُخَاطب جمَاعَة الْمُؤمنِينَ بِالْأَحْكَامِ الَّتِي يشرعها حَتَّى أَحْكَام الْقِتَال وَنَحْوهَا من الْأُمُور الْعَامَّة الَّتِي لَا تتلعق بالأفراد كَمَا بَيناهُ فِي التَّفْسِير (الخلافۃ: ص 21)

    ’’قرآن کا خطاب اپنے مشروع کردہ احکام کے سلسلہ میں ’’جماعتِ مومنین‘‘ سے ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ قتال اور اس طرح کے اجتماعی امور بھی جو افراد سے متعلق نہیں ہیں، جیساکہ ہم نے تفسیر میں بیان کیا‘‘۔ [↑](#endnote-ref-11)
14. ’’اور مشرکوں سے نہ ہو، ان میں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور ہوگئے گروہ گروہ؛ ہر گروہ جو اس کے پاس ہے اسی پر خوش ہے‘‘۔ آیت کی تفسیر میں ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

    وَقَرَأَ بَعْضُهُمْ: "فَارَقُوا دِينَهُمْ" أَيْ: تَرَكُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ، وَهَؤُلَاءِ كَالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى وَالْمَجُوسِ وعَبَدة الْأَوْثَانِ، وَسَائِرِ أَهْلِ الْأَدْيَانِ الْبَاطِلَةِ، مِمَّا عَدَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ (الروم آیت 31،32 کے تحت تفسیر ابن کثیر)

    بعض اہل قراءت نے یہاں لفظ فَـرَّقُوا کو فَـارَقُوا بھی پڑھا ہے، یعنی وہ لوگ جو اپنے اصل سچے دین سے مفارقت کرگئے، یعنی اس کو پس پشت ڈال دیا، اور یہ ہیں جیسے یہود، نصاریٰ، مجوس، بت پرست اور تمام ادیانِ باطلہ کے پیروکار جو اہل اسلام کے ماسوا ہیں۔ [↑](#footnote-ref-3)
15. ’’تین اطاعتوں‘‘ والی آیت (59، النساء) کے آخر میں آنے والے الفاظ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ کی تفسیر میں مجاہد، قتادہ، سدی ودیگر سلف﷭ کے اقوال کو بنیاد بنا کر ابن تیمیہ﷫ کہتے ہیں:

    ’’معاملے کو اللہ کی طرف لوٹانا یہ کہ: اُس کی کتاب کی طرف لوٹایا جائے، اور رسول کی جانب آپؐ کی وفات کے بعد لوٹانا یہ کہ: آپؐ کی سنت کی طرف لوٹایا جائے‘‘۔

    پھر اسی سے متصل، ابن تیمیہ اپنی ’’خلافت و ملوکیت‘‘ میں، سورۃ البقرۃ کی یہ آیت 213 لے کر آتے ہیں: وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ۔

    چنانچہ آیت النساء کے شروع میں تین کی تین اطاعتیں ذکر ہوئیں۔ البتہ عند النزاع صرف دو اطاعتیں۔ کیونکہ نزاع/ اختلاف کا خاتمہ (جسے ہم ’’اجتماع‘‘ یا ’’آسمانی جماعت کا قیام‘‘ کہتے ہیں) اِن دو اطاعتوں سے ہی تشکیل پاتا ہے؛ اور یہی دو مختصر کلمات (فَرُدُّوهُ إلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ) اِس جماعت کا بنیادی آئین؛ جوکہ کلمۂ اسلام (لا إلٰہ إلا اللہ + محمدٌ رسول اللہ) ہی کی تفسیر ہے۔ پس خود یہ ’’اسلام‘‘ ہی ’’جماعت‘‘ (خاتمۂ نزاع) ہوا۔ جبکہ تیسری اطاعت اس ’’جماعت‘‘ کو چلانے اور روئے زمین پر اس کو پوری گنجائش full capacity کے اندر برسرعمل رکھنے کےلیے۔

    چنانچہ:

    * پہلی دو اطاعتیں اِس آسمانی جماعت کی تشکیل ہوئی۔
    * اور تیسری اطاعت اِس جماعت کی اِدارت۔

    یہ وجہ ہے کہ تیسری اطاعت کے محل کو ’’اولی الامر‘‘ کہا گیا۔ لفظ ’’الامر‘‘ کا اپنا مفہوم بھی ’’معاملے کو چلانا‘‘ بنتا ہے۔ [↑](#endnote-ref-12)
16. اس پر دیکھئے اگلی فصل کا حاشیہ 1

    *}} زمین پر کوئی ایک انسانی وحدت تو ایسی ہو جس کے اجتماع کا حوالہ ’’خدا کی عبادت & محمدﷺ کی رسالت‘‘ ہو {{* [↑](#endnote-ref-13)